

رسائل و مسائل

ازواجِ مطہرات کے متعلق ایک نازک بحث

سوال: آپ کی توجہ ایک انتہائی اہم اور حساس موضوع کی طرف مبذول کی جا رہی ہے۔ براہ کرم دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اس مفسدہ کا سدباب کریں۔ ماہنامہ "الدراسات الاسلامیہ" عربی جو کہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے زیر اہتمام شائع ہوتا ہے۔ اس میں محرم تا ربیع الاول ۱۴۱۱ھ (دسمبر ۱۹۸۹ء) کے شمارہ میں ڈاکٹر حمید اللہ کا ایک مضمون چھپا ہے جس کا عنوان ہے:

هل خالف النبي عليه الصلوة والسلام او امر الایة
مَتْنِي وَشَلَاتِ وَرَبِيعِ ۹

رکبانہی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے احکام کی خلاف ورزی کی
مخفی جس میں دو، تین، چار خواتین سے نکاح کا حکم دیا گیا ہے ؟
اس سوال میں بڑے نازک مگر سنگین مسئلے کو اٹھایا گیا ہے۔

اس موضوع پر خامہ فرسائی فرماتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے لکھا ہے کہ
آنحضرت نے قرآن کے مطابق صرف چار بیویوں سے ازدواجی تعلقات رکھے تھے اور
باقی پانچ ازواجِ مطہرات کو صرف اعزازی بیویاں بن کر رہنے کی اجازت تھی جن
کے فی الحقیقت کوئی حقوقِ زوجیت نہیں تھے۔ اس طرح ڈاکٹر صاحب نے اقہات
المومنین کی دو قسمیں بنا ڈالیں: اصل بیوی اور اعزازی بیوی۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ
فتنہ ہے تو اس کا سدباب لازم ہے۔ آپ ادارہ تحقیقات اسلامی کے ڈاکٹر صاحب

کو بھی متنبہ کریں کہ ایسے لغو نام نہاد تحقیقی مضامین مت شائع کریں۔ تراشہ ارسال ہے۔“

جواب: ہمیں نے اس خط کے ساتھ مسئلہ تراشہ بھی دیکھا اور پھر شمارہ کا پورا مضمون نکال کر غور و احتیاط سے پڑھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ پورا مضمون ایسے مواد پر مشتمل ہے کہ یہ باور کرنا محال ہے کہ یہ ڈاکٹر محمد عیاد اللہ کی تراوشی قلم ہو سکتا ہے۔ اس مقالے پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب ہے کہ اس کے ضروری اجزاء کا ترجمہ پیش کر دیا جائے۔ اس مضمون کا عنوان مع ترجمہ تو اوپر نقل ہو چکا ہے۔ اب اس کی مترجم تلخیص درج ذیل ہے۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے ہیں:

”جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تو محضوڑے عرس کے بعد سورۃ النساء نازل ہوئی جس میں حکم دیا گیا:.....“ عورتوں میں سے جو تمہیں پسند ہو، نکاح کر لو، دو، دو، تین تین، چار چار..... (النساء:۳۱) ظاہر آیت سے اباحت نکلتی ہے، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر تنہید کے معنی میں فرمائی ہے۔ چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ جن کے نکاح میں چار سے زائد بیویاں ہوں، وہ زائد کو طلاق دے دیں۔ پس جن صحابہ کرامؓ کے نکاح میں زائد بیویاں تھیں، انہوں نے طلاق دے دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت نوازاواج تھیں۔ آنحضوڑ نے اس تنہید پر عمل نہیں فرمایا۔ کیا آپ کے معاملے میں کوئی اختصاص تھا؟ اس میں کوئی امر مانع نہیں کیونکہ قرآن مجید میں اس مسئلے میں آنحضوڑ کے لیے بعض خاص ازواج کو حلال فرمایا گیا۔ خَالِصَةً لِّكَ مِنْ دُوتِ الْكُوفِيِّينَ (۱۱۰-۵)..... (یہاں بیان کردہ عورتیں خاص طور پر تمہارے لیے حلال ہیں، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں.....)

پھر ڈاکٹر صاحب اس سوال و جواب پر اکتفا نہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

۱۴۱ شعی ۲۶ آخر؟ کیا یہ آنحضوڑ کے لیے اختصاص بخیا کوئی دوسری صورت تھی؟ پھر لکھتے ہیں:

’ اس مسئلے کی اہمیت بدیہی ہے۔ میں نے اس پر طویل مدت تک غور کیا اور کوئی کسر باقی نہ چھوڑی۔ اگرچہ ابھی تک مجھے کوئی ضراحت نہ مل سکی، لیکن کافی اشارات ملے اور ایسا مواد فراہم ہو گیا جس سے بلا تامل استنباط ممکن ہے۔“

پھر ڈاکٹر صاحب قدم آگے بڑھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

”ظاہر بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ آیت تخرید کے فوراً بعد آپ نے ازواج مطہرات کو یکے بعد دیگرے مطلع فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک مسلمان کو چار بیویوں سے زاید کی اجازت نہیں دیتا اور آپ پر واجب ہے کہ نو ازواج میں سے چار کو طلاق دے دیں، لیکن آپ کا ارادہ یہ نہیں کہ آپ اپنے طور پر کسی بیوی کو بھی طلاق دیں جب تک کہ اس میں کوئی قابل اعتراض بات نہ ہو۔ اس لیے حضور نے مطالبہ فرمایا کہ ازواج اپنے آپ ان چار کا انتخاب کر لیں جو آپ کے جالہ عقد میں رہیں اور بقیہ کو کسی پانچ ازواج ہوں جن سے مفارقت ہو اور ان کے لیے تادم حیات کفالت کا انتظام ہو۔“

اور یہ بات بھی باہمی ہے کہ ازواج میں سے کوئی بھی اس پر رضی نہ ہوگی کہ وہ آپ سے جدا ہو اور ایک مسلم خاتون کیسے چاہے گی کہ وہ ام المومنین اور زوجہ مطہرہ نبی کے رتبے کو خیر باد کہہ دے؟“

اب میں ڈاکٹر صاحب کے فرموداتِ بالا پر اپنی گزارشاتِ بالا مختصراً پیش کرتا ہوں پہلی گزارش تو یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ سورۃ النساء آیت نمبر ۳ کے نزول کے وقت ازواج مطہرات کی تعداد نو تھی۔ اس پر التفات ہے کہ یہ آیت غزوہ احد کے متصلاً بعد نازل ہوئی ہے۔ جب کہ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد نے جام شہاد نوش فرمایا، اور نیامی، بیوگان کے نکاح و وراثت کے متعدد مسائل اچانک پیدا ہو گئے۔ غزوہ احد شوال ۳؎ میں پیش آیا۔ اس وقت حرم نبوی میں چار درج ذیل

ازواجِ مطہرات موجود تھیں:

حضرت سودہ، حضرت عائشہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہن۔
غزوہٴ احد کے بعد جب سورہٴ نساء کی ابتدائی آیات نازل ہوئی ہیں، اُس وقت
بالیقین حرمِ نبوی انہی چار ازواج پر مشتمل تھیں، ان میں سے حضرت حفصہ کے سابق
خاوند حضرت خنیس اور حضرت ام سلمہ کے خاوند حضرت ابوسلمہ غزوہٴ احد میں شہید
ہو چکے تھے۔ چنانچہ ان ازواج کی دلجوئی اور دستگیری کی خاطر نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے انہیں اپنے جلالہ عقد میں لے لیا۔ حضرت زینب بنت جحش کا نکاح پہلے حضرت
زید بن حارثہ سے ہوا تھا لیکن مزاج کی ہم آہنگی نہ ہونے کے باعث طلاق ہو گئی اور
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تالیفِ قلب کی خاطر ان سے نکاحِ غزوہٴ احزاب
اور محاصرہٴ بنی قریظہ کے بعد شوال شہ میں کیا، بلکہ صحیح تر الفاظ میں یوں کہا جائے گا
کہ یہ نکاح اللہ تعالیٰ کے براہِ راست حکم سے ہوا، کیونکہ سورہٴ احزاب آیت ۳۸ کے
الفاظ ہیں۔ **زَوَّجْنَا كَهَا** (ہم نے زینب سے تمہارا نکاح کر دیا)، **وَيَزَوَّجْنَا**
اللَّهُ لَكَ (یہ کام اللہ نے نبی پر فرض کر دیا)، جس سے ظاہر ہے کہ فرمانِ الہی کی
تعمیل میں یہ نکاحِ غزوہٴ احد کے دو سال بعد ہوا۔ جہاں تک حضرت زینب بنت
خزیمہ کا معاملہ ہے، ان کے خاوند حضرت عبد اللہ بن جحش بھی غزوہٴ احد میں شہید
ہوئے اور ان کی شہادت کے بعد حضرت زینب کی تزویج نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے
ہوئی، مگر آپ نکاح کے بعد فقط دو یا تین ماہ زندہ رہیں اور یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہا
جاسکتا کہ سورہٴ نساء کی آیت مذکورہ کے نزول کے وقت حضرت زینب بنت خزیمہ
یقیناً حیاتِ محبت میں تھیں یا نہ تھیں۔

پھر کیف ڈاکٹر صاحب کا یہ دعویٰ بالکل بے بنیاد ہے کہ النساء کی آیت تحدید نازل
ہوئی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وقت تو ازواج تھیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی
بقیہ ازواج (جن کا ذکر اوپر نہیں آیا)، ان سب کا داخلہ حرمِ نبوی میں شہ یا اس کے
بعد ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت جویریہ سے آپ کا نکاح غزوہٴ بدر (غزوہٴ مریح)

شہد میں حضرت زینب بنت جحش کے نکاح کے بعد ہوا ہے۔ حضرت ام حبیبہؓ کا نکاح شہد یا شہد میں ہوا۔ حضرت صفیہؓ غزوہ خیبر شہد کے موقع پر حرم نبوی میں داخل ہوئیں۔ اس کے بعد سب سے آخر میں ام المومنین حضرت میمونہؓ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح عمرۃ القضاء شہد میں ہوا۔ خلاصہ بحث میرے نزدیک یہ ہے کہ جب آیت: **فَاَنْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النِّسَاءِ مِمَّا نَزَّلَ لَكُمْ مِنْ حَدِيْثٍ** آتی ہے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد چار تھی، البتہ اس کے بعد یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر آنحضرتؐ کے مزید نکاح کس حکم ربانی کے تحت منع ہوئے ہیں۔ اس سوال کا جواب بالکل آسان اور واضح ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے اپنے مقالے کی ابتدا میں تسلیم کر لیا ہے کہ چار سے زائد نکاحوں کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اختصاص و استثناء عطا فرمایا تھا مگر اس اختصاص کی توضیحات و تشریحات کے سلسلے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے کاشکے اس سے اجتناب و احتراز فرماتے۔ انہوں نے سورہ الاحزاب کے حوالے سے یہ تو بیان کر دیا کہ آنحضرتؐ کے لیے اللہ تعالیٰ نے بعض خاص ازواج کو صلال فرمادیا تھا۔ لیکن پھر یہ غیر ضروری لاطائل سوال اٹھا دیا کہ: **هل هذا اختصاص له... ۴۱** شیء آخر؟ کیا یہ آپ کے لیے اختصاص تھا... یا کوئی اور بات تھی؟ اس کے بعد ان کی پوری بحث نے اس استفہام کو استفہام انکاری بنا کر رکھ دیا ہے۔ بلاشبہ سورہ النساء کے نزول کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات چار ہی تھیں۔ سورہ احزاب شہد میں جب نازل ہوئی تو اس میں حضرت زینبؓ کی طلاق کا ذکر آیا اور یہ فرمایا گیا کہ حضرت زینب بنت جحش جنہیں طلاق ہوئی، ان کا نکاح ہم نے تم سے کر دیا۔ سورہ احزاب کی آیت ۳، ۳۸ میں آنحضرتؐ کے اس پانچویں نکاح کا جو ان اور اس کی حکمت و مصلحت کا بیان بھی آ گیا۔ اس کے بعد الاحزاب کی آیت ۵۰ میں فرمایا گیا:

”اے نبی! ہم نے تمہارے لیے وہ بیویاں صلال کر دیں، جن کے مہر تم

نے ادا کر دیئے اور وہ عورتیں بھی جو تمہارے سے ہلک میں آئیں اور تمہاری چچا زاد
بھوپھی زاد، ماموں زاد اور خالہ زاد خواتین جنہوں نے تمہارے ساتھ ہجرت
کی اور وہ مومن عورت جس نے اپنے آپ کو نبیؐ کے لیے ہبہ کر دیا ہو، اگر
نبیؐ اُس سے نکاح کرنا چاہیں۔ یہ اجازت و رعایتِ خالصتہ تمہارے
لیے ہے، دوسرے مومنین کے لیے نہیں (خالِصَةً لِّكَ مِنْ دُونِ
الْمُؤْمِنِينَ) پھر فرمایا:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِيْ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ
اَيْمَانُهُمْ لِيَكِيَلاَ يَكُوْنَنَّ عَلَيْكَ حَرَجٌ -

”ہم جانتے ہیں کہ عام مومنوں کے لیے ان کی بیویوں اور لونڈیوں کے
بارے میں کیا کچھ مقرر کیا ہے (تمہارے لیے یہ خاص استثنا ہے)، تاکہ تم
پر کوئی تنگی نہ رہے۔“

معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے چار نکاح تو سورۃ النساء کی تحدید کے مطابق تھے۔
مزید پانچویں نکاح اور بعض خاص قبیل کے مزید نکاحوں کی اجازت اللہ تعالیٰ نے
سورہ احزاب کی ان آیات کی رو سے کامل وضاحت و صراحت کے ساتھ آنحضرتؐ کو
فراموشی۔ اب اس کے بعد ڈاکٹر صاحب کے اس دعوت کی کیا حقیقت باقی رہ جاتی ہے
کہ سورۃ النساء کی آیت تحدید کے فوراً بعد اُوزواج کو یکے بعد دیگرے مطلع فرمایا کہ
اب آنحضرتؐ پر واجب ہے کہ تم میں سے چار کو طلاق دے دیں اور ازواجِ مطہرات
آپس میں طے کر لیں کہ کون سی چار آپ کی زوجیت میں رہیں اور بقیہ پانچ سے جدا تھی ہو۔
یہ سزا پا ایک غلط بے سرو پا مفروضہ ہے جس کی کوئی اصل قرآن، حدیث یا کتب
سیرت میں موجود نہیں، لیکن ڈاکٹر صاحب اس فرضی بنیاد پر مزید دے جاتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کوئی ایک بھی مفارقت پر
آمادہ نہ ہوئیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ ممکن نہ رہا کہ آپ اس مسئلے کو اس طرح
حل کریں کہ چار بیویوں کو نکاح میں رکھ کر پانچ سے مفارقت فرمائیں۔ اس کے بعد

دَعَا اللّٰهَ تَعَالٰی فَاَوْحٰی اِلَیْهِ اَنْ یَّبْقٰی جَمِیعَهُنَّ فِی حَبَالَةِ زَوَاجِهِ
بِشَرَطِ اَنْ لَا یَجَامَعُ اِلَّا اَرْبَعًا مِنْهُنَّ فَقَبِلْنَ وَفَرِحْنَ لِنِعْمَةِ اللّٰهِ
عَلَيْهِنَّ نِعْمَةٌ جَدِیدَةٌ - فَاخْتَارَ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَرْبَعًا -
”آنحضرت نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تو اللہ نے آنحضرت پر وحی فرمائی
کہ آپ جملہ ازواج کو اپنے نکاح میں اس شرط پر رکھیں کہ ان میں سے فقط چار
سے تعلق زن و شوہر رکھیں۔ ازواجِ مطہرات نے اسے قبول کر لیا اور نئی
نعمت پر خوش ہوئیں جو اللہ نے ان پر نازل فرمائی، پس نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے چار کا انتخاب فرمایا۔“

گو یا ڈاکٹر صاحب کے بقول ازواجِ مطہرات تو اس نعمتِ جدیدہ پر فرحان و شادمان
ہوئیں۔ مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ بات گراں گزری کہ ازواجِ مطہرات کو مجبور کیا
جائے کہ وہ اہم ترین حقوقِ زوجیت کو خیر باد کہہ دیں۔ یہ امر آنحضرت پر شاق گذرا تو
آپ نے اجتہاد کرتے ہوئے امرِ اہون کو اختیار فرمایا، مگر آپ چار کی تعداد مباح
میں وقتاً فوقتاً تبدیل و تغیر کرتے رہے۔ مثلاً ایک مہینے میں ر، ب، ج، د سے
تعلقاتِ ازواجی کو استوار رکھا اور دوسرے مہینے میں ہ، و، ز، ح سے تعلقات
برقرار رکھے۔ لیکن مشیتِ الہی نے اس تغیر و تبدل سے موافقت نہ کی اور آنحضرت نے
بالآخر ازواجِ مطہرات میں سے صرف چار کو جمیع اخلاقی و مادی حقوق کے لیے منتخب
فرمایا۔ اور یہی چار حقیقی معنوں میں ازواجِ زوجاتِ عادیہ تھیں۔ اور بقیہ پانچ
اگرچہ حبالہ ازواج میں رہیں۔ لیکن انہیں پورے حقوقِ زوجیت حاصل نہ تھے، وہ
اعزازی بیویاں (زوجاتِ شرف) ہی کہہ گئیں۔ اس طرح سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم
نے اس تحدید کی خلاف ورزی نہیں کی جو سورہٴ نسا کی آیت..... مَثْنٰی وَتَلَّتْ
وَرُبَّحٌ مِّنْ ذٰلِكَ

ڈاکٹر صاحب نے ازواجِ مطہرات کی یہ دو طبع نہاد قسمیں وضع کی ہیں، جنہیں
انگریزی زبان میں FULLLEDGED & HONOURARY کہا جائے گا۔

ازواجِ مطہرات کی یہ دو گونہ تقسیمِ نصوصِ قرآن و سنت سے صریحاً متضادم اور متکب
 حرمِ نبوی کے مترادف ہے۔ اس عجیب و غریب ادعا کے حق میں ڈاکٹر صاحب نے
 جن آیات و احادیث سے استدلال کی سعی کی ہے، ان کا کوئی تعلق النساء کی آیت
 تحدید سے نہیں ہے۔ مثال کے طور پر وہ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، الاحزاب
 سے حضرت عائشہؓ کی روایت نقل کرتے ہیں کہ: ”جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 کو اللہ تعالیٰ نے تجئیر بین الازوج کا حکم دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے میرے
 پاس تشریف لائے اور فرمایا: میں ایک بات تم سے کہنے لگا ہوں لیکن تم اس پر اپنے
 والدین سے مشورہ کرنے سے پہلے جلدی نہ کرنا۔ پھر آنحضرتؐ نے آیت تجئیر تلاوت
 فرمائی جس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔“

”اے نبی! اپنی بیویوں سے کہہ دو کہ اگر تمہیں دنیا اور اس کی زینت
 مطلوب ہے تو آؤ میں تمہیں مال و متاع دے کر خوب صورت طریقے سے
 رخصت کر دوں اور اگر تمہیں اللہ اور اس کا رسولؐ اور آخرت کا گھر مطلوب
 ہے تو پھر اللہ نے تم میں سے نیکو کاروں کے لیے اجرِ عظیم تیار کر رکھا ہے۔“
 حضرت عائشہؓ نے عرض کیا: اس میں والدین سے مشورے کی کیا بات ہے، میں
 تو اللہ اور اس کے رسولؐ اور دارِ آخرت کی طالب ہوں، پہلی حدیث میں تو اتنا ہی
 ہے، مگر دوسری حدیث میں مزید یہ ہے کہ ”دیگر ازواجِ مطہرات نے بھی وہی کچھ کہا
 جو میں نے کہا تھا۔“ صحیح مسلم اور دوسری احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ازواجِ مطہراتؓ
 نے نان و نفقہ کی تنگی کا شکوہ آنحضرتؐ سے کیا تھا جس کے جواب میں یہ آیت اتری تھی
 اور ازواجِ مطہرات سب نے آخرت کو دنیا پر ترجیح دی تھی۔ احکام القرآن دارالبحرین
 اور دیگر کتب سے معلوم ہوتا ہے کہ آیت تجئیر کے نزول کے وقت آنحضرتؐ کی ازواج
 چار ہی تھیں؛ حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ اور حضرت ام سلمہؓ۔
 اب ڈاکٹر صاحب اس واقعہ کا تعلق جس طرح سورۃ نساء کے اوائل سے جوڑ رہے
 ہیں اور اپنے ذہنی اختراع سے جو کہانی بنا رہے ہیں، اس کے کسی جزو کا علاقہ آیت تجئیر

اور ان احادیثِ بخاری سے آخر کیسے جڑ سکتا ہے؟

کتبِ حدیث و سیرت میں یہ امر تہایت صراحت و وضاحت سے مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کے آخرین ایام وصال تک جمیع ازواجِ مطہرات کے لیے باری کے دن مقرر فرما رکھے تھے، جن میں کوئی تبدیلی یا تاخیر و تقدیم نہ ہوتی تھی۔ حالتِ مرض میں جب آپ کا قیام حضرت عائشہؓ کے ہاں تھا، تب بھی آپ بار بار دریافت فرماتے تھے کہ کل مجھے کس بی بی کے ہاں جانا ہے، جملہ ازواجِ عیادت کے لیے وہاں موجود تھیں اور سب نے پوری رضا سے اپنی باریاں حضرت عائشہؓ کو دے دیں، تاکہ آنحضرتؐ کو زحمت نہ ہو۔ میں زیادہ تفصیل میں جانے کے بجائے بخاری شریف کی دو حدیثیں نقل کیے دیتا ہوں۔ کتاب النکاح کے شروع ہی میں باب کثرة النساء میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ جو انہوں نے اُمّ المؤمنین حضرت میمونہؓ کا جنازہ اٹھاتے وقت بیان کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ زوجہ نبیؐ کا جنازہ ہے، غیر ضروری حرکت و جنبش نہ دینا۔ پھر آخر میں فرماتے ہیں: فانہ کان عند النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسع کان یقسم لثمان ولا یقسم لواحدة۔

دنبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات نو تھیں، جن میں سے آٹھ کی باریاں مقرر فرمادی تھیں، البتہ ان میں سے ایک حضرت سودہؓ کی باری مقرر نہیں تھی (انہوں نے اپنی خوشی و رضا مندی سے اپنی باری حضرت عائشہؓ کو تفویض کر دی تھی۔) نہیں رسائل و مسائل حصہ ششم کے آخر میں اس مسئلے پر مفصل بحث کر چکا ہوں۔

حافظ ابن القیم نے اپنی تصنیف زاد المعاد فی ہدی خیر العباد جلد اول کے آغاز میں ازواجِ مطہرات کے مفصل حالات بیان کیے ہیں۔ فصل کے آخر میں فرماتے ہیں:

لا خلاف انه صلی اللہ علیہ وسلم توفی عن تسع وكان یقسم

لثمان - عائشہ و حفصہ و زینب بنت جحش و ام سلمة و صفیة

و امّ ربیعہ و میمونہ و سودہ و جویریہ

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت

ازواج مطہرات کی تعداد نو تھی، جن میں سے آٹھ کے لیے آنحضرتؐ نے باریاں مقرر فرما رکھی تھیں۔ ازواج مطہرات کے اسماء یہ ہیں: عائشہؓ، حفصہؓ، زینب بنت جحشؓ، ام سلمہؓ، صفیہؓ، ام حبیبہؓ، میمونہؓ، سودہؓ و جویریہؓ۔ محدثین اور اہل سیرت نے یہ بھی تصریح فرمائی ہے کہ غزوات میں اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی زوجہ مطہرہ کو ساتھ لے جاتے تھے تو ان کے لیے قرعہ اندازی فرماتے تھے تاکہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔

ڈاکٹر صاحب بار بار سورہ احزاب کی آیت ۵۱، ۵۰ کے حوالے سے اپنی بات کو دہراتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ان آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت سودہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت ام حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ کو الگ کر رکھا تھا اور حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینب بنت جحشؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے ازدواجی تعلقات برقرار رکھے تھے۔ لیکن ڈاکٹر صاحب کے اس ناروا و بیجا استدلال کا صاف سیدھا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس امر کا مختار و مجاز بنا دیا تھا کہ اپنی ازواج میں سے جنہیں چاہیں الگ رکھیں، جنہیں چاہیں اپنے ساتھ رکھیں۔ اور جنہیں چاہیں علیحدہ رکھنے کے بعد اپنے پاس لے لیں، لیکن اس سے یہ کیسے لازم و ثابت ہوا کہ فی الواقع آنحضرتؐ نے اس اجازت و رعایت سے فائدہ بھی اٹھایا، بعض ازواج سے تعلقات منقطع رکھے اور بعض سے تعلقات برقرار رکھے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اختیار میں اتنی وسعت و صوابدید عطا کیے جانے کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تا دم رحلت ان وسیع و ہمہ گیر اختیارات سے استفادہ نہیں فرمایا۔

صحیح بخاری، کتاب التفسیر میں اسی آیت رُجِحِ مِنْ تَشَاءِ... کی تفسیر میں حضرت عائشہؓ کا قول منقول ہے:

عن عائشہ رضی اللہ عنہا: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یستاذن فی یومٍ لمرأۃٍ متابعہ ان انزلت

هذه الآية -

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیت تَرْجِي مَوْتُ
تَشَاءُ..... کے بعد بھی باری جس زوجہ کی ہوتی تھی اس میں کسی تبدیلی کے لیے
اس زوجہ سے اذن و اجازت لیتے تھے

فتح الباری (شرح البخاری) میں اس آیت اور حضرت عائشہؓ نے اس کی جو تفسیر
بیان فرمائی ہے، اس کے تحت مختلف تاویلات بیان کرتے ہوئے آخر میں حافظ ابن
عجرؒ لکھتے ہیں: وظاهر ما حكته عائشة من استئذانه انه لم
يوج احدًا منهوت بمعنى انه لم يعتزل وهو قول الزهري: ما
اعلم انه اس جا احدًا من نسائه اخرج ابن ابي حاتم -
حضرت عائشہؓ کے اس قول سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نزول آیت کے بعد
بھی ازواج سے اذن لے کر باریوں میں تبدیلی فرماتے تھے، یہ ظاہر ہوتا
ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی بیوی سے ارجا نہیں فرمایا تھا، یعنی
کسی زوجہ سے عزت و علیحدگی اختیار نہیں فرمائی تھی۔ امام زہریؒ کا قول
بھی یہی ہے کہ "میرے علم میں نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج
مطہرات میں سے کسی سے تعلقات منقطع فرمائے تھے۔ ابن حاتم نے اس قول
کی سنداً تخریج کی ہے۔

ابن عجرؒ اس بحث کا خاتمہ یوں فرماتے ہیں۔ وعن قتادة اطلق له ان
يقسم كيف يشاء فلم يقسم الا بالسوية۔

قتادہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آیت کے تحت مطلق
اور عمومی اجازت دی گئی تھی کہ آپؐ جس طرح چاہیں باریاں مقرر کر دیں لیکن
آنحضورؐ نے اس معاملے میں مساوات اور برابری کا رویہ اختیار فرمایا۔
سخت تعجب ہے کہ حضرت عائشہؓ اور ان دیگر ائمہ سلف کے متفقہ قول سے صرف نظر
کرتے ہوئے جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ابو زہری یا محمد بن حبیب بغدادی

کے اس شاذ قول پر کیسے اعتماد کر لیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہؓ، حضرت صفیہؓ، حضرت جویریہؓ، حضرت اُمّ حبیبہؓ اور حضرت میمونہؓ سے نو کنارہ کشی کر لی تھی اور حضرت عائشہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ اور حضرت اُمّ سلمہؓ سے ازدواجی روابط و تعلقات کو قائم رکھا تھا؟ ڈاکٹر صاحب خود اعتراف فرماتے ہیں کہ سورہ احزاب کی آیت نمبر ۵۱، ۵۰ میں یہ تصریح موجود نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کس سبب سے بعض ازواج سے مفارقت کا ارادہ فرمایا تھا؟ پھر فرماتے ہیں کہ اس میں ادنیٰ شک نہیں کہ اس کا تعلق حثلی وَ ثَلْتِ وَ سِ بَلْحِ والی آیت سے ہے۔ یا للعجب! میں کہتا ہوں کہ سورہ احزاب کی آیت میں اس ”مزعمہ مفارقت“ کے نہ ارادے کا ذکر ہے، نہ سبب کا ذکر ہے، بلکہ جیسا کہ میں عرض کر چکا، اللہ تعالیٰ نے آنحضورؐ کی عائلی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے آپ کو ایک طرح سے کامل اختیارات دے دیئے کہ آپ ازواجِ مطہرات کی باریوں کے معاملے میں جو طرزِ عمل مناسب خیال فرمائیں، اختیار کریں مگر اس کے باوجود آنحضورؐ نے ہمیشہ پوری مساوات کو ملحوظ رکھا۔ ڈاکٹر صاحب نے تفسیر طبری کے حوالے سے یہ بات ثابت کرنے کی سعی کی ہے کہ آنحضورؐ نے چار ازواج سے تعلقات استوار رکھے تھے اور پانچ سے نہیں رکھے تھے۔ حالانکہ اس تفسیر میں مختلف اقوال منقول ہیں، جن میں ابووزیر سے پہلے قتادہ کا قول موجود ہے اور وہ یہ ہے: **عَنْ قَتَادَةَ..... فَجَعَلَ اللَّهُ فِي حِلِّ مَنْ ذَاكَ أَنْ يَدَعَ مَنْ يَشَاءُ مِنْهُمْ وَيَأْتِي مَنْ يَشَاءُ مِنْهُمْ بِغَيْرِ قَسْرٍ وَكَانَ النَّبِيُّ اللَّهُ يَتَسَوَّ**

وقتادہ کہتے ہیں کہ آیت تَرْجِي مَنْ تَشَاءُ..... کی رُو سے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے لیے حلال فرمادیا تھا کہ ازواج میں جنہیں چاہیں چھوڑ دیں اور جنہیں چاہیں باری مقرر کئے بغیر حبالہ عقد میں رکھیں، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم باری کی پابندی فرماتے تھے۔

قتادہ کا یہی قول معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ فتح الباری میں بھی موجود ہے۔

جسے اوپر نقل کیا جا چکا ہے۔ فی الحقیقت قول راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اللہ تعالیٰ نے اگرچہ باریوں اور تقسیم کی پابندی اٹھالی تھی، لیکن آپ نے اس دار فانی میں قیام کے آخری وقت تک تقسیم کو ترک نہیں فرمایا۔ بخاری شریف، کتاب النکاح میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے: رسول اللہ علیہ وسلم کان یسئل فی مرضہ المتی مات فیہ، ۲۰ ینا عنداً، ۲۰ ینا عنداً، ۱۔ فاذن له ازواجه ان یکون حیث شاء فکان فی بیت عائشہ حتی مات عندها۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایام مرض میں پوچھتے تھے، کل مجھے کس گھر میں ہونا ہے، کل مجھے کہاں ہونا ہے تو ازواج مطہرات نے آپ کو اجازت دی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں۔ پس آپ حضرت عائشہؓ کے گھر میں رہے حتیٰ کہ رحلت فرمائی۔

جناب ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے تفسیر طبری کی حوالے سے یہ بھی فرمایا ہے کہ پانچ ازواج کو بغیر طلاق کے ارجاء انزال میں رکھنے اور ازواجی تعلقات منقطع کرنے کا فیصلہ واقعہ ایلا میں ہوا ہے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک بالا خانے میں معتکف رہے اور تمام ازواج کی تادیب کے لیے ان سے روالبط ترک کر دیئے تھے۔ اگر یہ بات صحیح ہو کہ ازواج مطہرات کی یہ چارہ اور پانچ کی تفریق ایلا کے وقت ہوئی ہے تو پھر یہ کہنا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ اس تفریق و تقسیم کا تعلق مَنِّئِی وَ تَلَّتْ وَ دُبْعِ کی آیت سے ہے اور چارہ ازواج کی تحدید نازل ہونے کے بعد واقعہ ایلا رونما ہوا ہے۔ سورہ نحریم جس میں ایلا کا ذکر ہے، سورہ نساء کے بہت بعد سورہ میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح بخاری اور دیگر کتب صحاح میں حضرت عمر کی زبانی پورا واقعہ بیان ہے کہ حضرت عمرؓ کے ایک انصاری پڑوسی نے آدھی رات کو آکر حضرت عمرؓ کو اٹھایا اور بتایا کہ ایک بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے تو حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیا والی غسان تے حملہ کر دیا ہے؟ تو انصاری صحابیؓ

نے جواب میں کہا: نہیں اس سے بھی بڑا واقعہ رونما ہو گیا ہے، آنحضرتؐ نے ازواج مطہرات کو غالباً طلاق دے دی ہے اور ان سے الگ عزت نشین ہو گئے ہیں۔ حافظ ابن حجر اور دوسرے محدثین نے ثابت کیا ہے کہ غسانوں کے حملہ کا خدشہ سورہ کے اوائل میں تھا۔ فتح الباری، باب فَإِنْ كُنْتُمْ تَوَدُّنَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ... میں شرح کرتے ہوئے ابن حجر فرماتے ہیں: فَإِنَّ التَّخْيِيرَ كَانَ فِي سَنَةِ تِسْعِ التَّجْمِيرِ كَمَا وَقَعَهُ فِي سَنَةِ تِسْعِ فِي مِثْلِهَا۔ سورہ میں آنحضرتؐ نے حج کا اعلان فرمایا اور حجۃ الوداع کے فریضہ سے فارغ ہوئے۔ ربیع الاول سورہ میں آپؐ نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی۔ دوسرے الفاظ میں ایلا و تجمیر کے جس واقعہ کا ذکر حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا وہ آنحضرتؐ کے وصال سے فقط دو سال قبل کا ہے۔ کیا یہ بات قابلِ فہم اور قرینِ قیاس ہو سکتی ہے کہ آپؐ نے حیاتِ طیبہ کے آخری دو سالوں میں ازواج مطہرات میں سے چار کو تو ہر طرح کے ازدواجی تعلقات کے لیے مختص فرمایا ہو اور بقیہ ازواج کو برائے نام حلقہ زوجیت میں رکھا ہو۔

مزید برآں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اقدام سورہ نساء کی آیت شہید کا نتیجہ و لاندہ کیسے ہو سکتا ہے۔ جب کہ سورۃ النساء اور سورہ تہیم کے نزول میں پانچ سال کا زمانی تفاوت ہے مگر ڈاکٹر صاحب کا اصرار ہے کہ چار ازواج کا حکم آنحضرتؐ پر بھی لاگو تھا، لیکن اس کی تعمیل و تطبیق آپؐ نے پانچ سال کے بعد کی اور اس شکل میں کی کہ چار کو تو پورے حقوق زوجیت عطا کیے۔ اور پانچ کو "اعزازی" ازواج (علی شرف) کے زمرے میں رکھا۔ پھر اٹنی نہ قند لگاتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے یہ نکتہ بھی بیان فرمایا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ ار جاد و ایوا کا واقعہ آیت مَدَنِي وَ ثَلَاثَ دَرَبَعٍ سے قبل رونما ہوا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اسوۂ حسنہ مسلمانوں کے لیے پیش فرمایا ہو کہ عامۃ المسلمین سے چار ازواج کی پابندی پر عمل کرنے سے پہلے آنحضرتؐ نے خود بھی چار پر اکتفا فرمایا ہو! لیکن ڈاکٹر صاحب نے اکتفا کی جو عجیب و غریب اور غیر معقول صورت ایجاد فرمائی وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ع ولم یسوخ ذیہر کہ اس پر بوجہ عجبیت

آخر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اختصا ص و امتیاز "واجبات" میں تو محتاطاً مگر "حقوقِ مادیہ" میں نہیں محتاطاً معلوم نہیں کہ فاضل مؤلف کے ہاں "واجبات" سے کیا مراد ہے اور "حقوقِ مادیہ" میں حقوقِ ازدواجی اور تعلقاتِ زناشوی کیوں شامل نہیں ہو سکتے؟ پھر یہ بھی سمجھ میں نہیں آتا کہ "حقوقِ مادیہ" میں آنحضرتؐ کو اختصا ص کیونکر نہ محتاطاً؟ آپ نے بنو ہاشم کے لیے صدقاتِ واجبہ کو ناجائز فرمادیا تھا۔ اپنے ترکے میں وراثت جاری نہیں فرمائی۔ کیا یہ "حقوقِ مادیہ" میں داخل نہ تھے؟

اتنا کچھ لکھا جا چکا تھا کہ خیال آیا کہ ڈاکٹر صاحب کی ایک کتاب "رسول اکرم کی سیاسی زندگی" بھی چھپ چکی ہے، اُسے بھی ایک نظر دیکھا جائے، چنانچہ معلوم ہوا کہ اس میں ایک باب کا عنوان "امہات المؤمنین" ہے۔ یہ مضمون ۱۹۴۳ء میں سپردِ قلم ہوا اور اب کتاب مذکور میں شامل ہے۔ اس کے مطالعہ سے یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اس مضمون میں بھی فاضل مصنف نے بعینہ وہی موقف اختیار کیا ہے جو انہوں نے حالیہ عربی مقالے میں کیا ہے۔ اگر طوالتِ بحث کا خدشہ نہ ہوتا تو اس کے بیشتر اجزا یہاں نقل کر دیئے جاتے۔ تاہم چند اقتباسات دینا ضروری ہے۔ اس باب کا ایک ذیلی عنوان ہے: رسول اللہ کو چار سے زائد بیویاں کیوں؟ اس کے تحت فرماتے ہیں:

"یہ سب جانتے ہیں کہ قرآن نے بعض شرائط کے تحت مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ چار بیویوں کی اجازت ہے۔ خود رسول اکرم کے حرمِ محترم میں ایک زمانے میں نو بیویاں تھیں۔ ایسا کیوں؟ کیا یہ خصوصیاتِ نبوی میں سے ہے یا کوئی اور معقول وجہ۔ بہر حال یہ تو نہیں ہونا چاہیے کہ تعلیم تو ایک حکم کی دی جلتے اور تعمیل میں اُس کو نظر انداز کر دیا جائے۔ جب کوئی امر خصوصیاتِ نبوی کا ہوتا ہے تو قرآن و حدیث میں صراحت آجاتی ہے تاکہ کسی بدگمانی یا غلط فہمی کا اندیشہ نہ رہے..... لیکن نہ قرآن میں نہ حدیث میں رسول اکرم کے متعلق چار سے زیادہ بیویوں کی خصوصی اجازت کا کوئی اشارہ ہے۔ ان

حالات میں کوئی اور وجہ ہونی چاہیے۔ غور و بحث پر ہماری ناچیز سمجھ میں جو بات آئی ہے وہ حسب ذیل ہے:

مفسروں اور مؤرخوں نے متفقہ طور پر ذکر کیا ہے کہ رسول اکرم کا آخری نکاح اس آیت کے نزول سے قبل کا واقعہ ہے، جس میں منکوحہ بیویوں کی تعداد کو چار تک محدود کیا گیا۔۔۔۔

مؤرخ اور مفسر بیان کرتے ہیں کہ جب نخبیدہ زوجات کی آیت نازل ہوئی تو رسول اکرم نے اپنی ازواج کو اختیار دیا کہ جو چاہے تفریق منظور کرے اور آپ اُسے گزارہ مہیا فرمائیں گے۔ اور جو چاہے مسکن نبوئی کی زانہ اور شدت کی زندگی پر باقی رہے۔ (قرآن ۴۸، ۴۹)۔ کون سی عورت ہوگی جو اُمّ المؤمنین کے قابلِ فخر رہے سے دست بردار ہونا پسند کرے۔ مگر من جدائی کسی نے بھی منظور نہ کی اور کسی کا کردار بھی قابلِ اعتراض نہ تھا کہ رسول اکرم خود اُسے طلاق دیں۔

اب حسب احکام وحی رسول اکرم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ ”میں تم کو اس شرط پر اپنی بیویوں کی حیثیت سے باقی رکھ سکتا ہوں کہ زنا شوقی کے تعلقاً صرف چار سے باقی رکھوں گا، باقی سے نہیں“۔ سمجھوں نے اسے منظور کیا۔ اس وحی میں آپ نے (بظاہر اپنے اجتہاد سے) یہ گنجائش پائی کہ ایسی چار بیویوں کو بدل کرتے رہیں۔ مثلاً ایک مہینہ پہلی چار کو، دوسرے مہینے دوسری چار کو وغیرہ تاکہ چھوڑی ہوئی بیویوں کو دل میں رنج نہ ہو۔ قرآن کچھ عرصہ بعد تازہ وحی آئی (۳۳) کہ اب آئندہ اس کی بھی اجازت نہیں رہے گی۔ اور ایک مرتبہ جن چار کا انتخاب کر لیا جائے گا، وہ اٹل ہوگا۔ حضور اکرم نے جن چار کا انتخاب فرمایا وہ نہ کم سنی پر مبنی تھا اور نہ خوب صورتی پر، بلکہ علم و ذہانت اس کا معیار نظر آتا ہے تاکہ عورتوں میں اور خاص کر عورتوں کے خصوصاً احکام میں اسلامی شریعت کی وہ حامل

اور ترجمان نہیں۔ ان حالات میں رسول اکرم کے قول و فعل میں کوئی تضاد نہیں رہتا، بلکہ قول کی ممکنہ تعمیل کی پوری کوشش نظر آتی ہے۔
ڈاکٹر صاحب کا عربی مقالہ اور اردو کا مضمون ایک دوسرے کا چہرہ دکھائی دیتے ہیں۔ اس تحقیق انیق پر

ط ناطقہ سر بگریباں ہے، اسے کیا کہیے
(ملک غلام علی)

(بقیہ دینی جدوجہد کا اصل محور)

جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ يَجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ - مائدہ)۔ جو اللہ کی راہ میں جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔ اِنَّكَ تَقْدِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدُ مُغْرًا فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ - انبیاء)۔ مگر ہم تو باطل پر حق کی چوٹ لگاتے ہیں، جو اس کا سر توڑ دیتی ہے اور وہ دیکھتے دیکھتے مرٹ جاتا ہے۔ وغیرہ جیسے کلمات و احکامات کیا معنی رکھتے ہیں اور کس وقت عمل کے لیے ہیں۔ حکمت تو یہ ہے کہ دعوتِ اسلام ٹھنڈے سے ہو اور مناظرانہ رویہ کے بجائے موعظہ حسنہ کو اختیار کیا جائے۔ اور جس طرح نسخہ کا استعمال کرتے ہوئے مرلیق کے مزاج اور اس کی کیفیت کو بھی دیکھا جاتا ہے، اسی طرح اس قوم کی مصلحت بھی پیش نظر ہے، لیکن اس علاج کو کون سمجھدار حکمت سے تعبیر کرے گا کہ مرلیق کے تو پھیپھڑے اور دل گدے گل سر رہے ہوں، لیکن دوا دی جائے صرف کھانسی اور بخار کی۔

(باقی)